

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک مبارک سفر

ہرگز شش ماہ میں اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال خلد اللہ کے رہی رہی

اٹھائیس نومبر کو جب مجھے اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال خلد اللہ ملکہ سے بمقام لاہور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو ہر ماہ میں نے ارادہ نوازش خاکسار کو بھوپال آنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ میں ورنہ جی کو بھوپال روانہ ہوا۔ دہلی تک تو سفر بہت آرام سے گزرا۔ دہلی جا کر انٹر میں اتنی بھیڑ ہو گئی کہ تل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہی۔ میں نے اپنا ٹکٹ سیکٹ کار دیا۔ مگر اس اثنا میں سیکٹ کی حالت انٹر سے بھی بدتر ہو گئی اس لئے مجبوراً پھر انٹر میں ہی آنا پڑا۔ بعد مشکل کھڑے ہونے کو جگہ ملی۔ اور تقریباً تین گھنٹہ کھڑے رہنا پڑا تین گھنٹہ کے بعد بیٹھنے کے لئے برائے نام جگہ ملی۔ مگر مختصر کے اسٹیشن پر پہنچ کر فوجی سپاہیوں کا ایک اور ریل اس کمرے میں آگھسا۔ جگہ تو پہلے ہی تنگ ورتنگ تھی۔ پھر تو یہ کمرہ حقیقی معنوں میں بلیک ہول بن گیا اب مشکل یہ کہ یہ سپاہی نوے فی صدی سگریٹ پی رہے تھے۔ کچھ تو غیر معمولی بھیڑ اور پھر سگریٹوں کے دھواں سے گاڑی کی فضا نے مجھ پر بہت ہی برا اثر ڈالا۔ سر سے لیکر پاؤں تک پسینہ بہہ نکلا۔ دم گھٹنے اور دل بیٹھنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ آخری وقت آگیا۔ میں بے تحاشا کھڑکی کی طرف لپکا۔ اور کھڑکی کا دروازہ کھول دیا۔ سر سے پگڑی اتار دی۔ اور کوٹ وغیرہ کے پٹن بھی کھول دیئے۔ پانی تلاش کیا۔ مگر گاڑی میں پانی کہاں۔ کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد میری طبیعت قدرے سنبھلی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں راستہ میں کہیں اتر جاؤں۔ اور کل دوسری گاڑی لیں۔ اگلے اسٹیشن پر پانی تو نہیں۔ مگر گرم گرم دودھ مل گیا۔ اس کے پینے سے طبیعت کو کچھ اور سہارا ہو گیا۔ غرضیکہ پورے تین گھنٹہ کے بعد طبیعت اپنی اصلی حالت پر آئی۔ دوسرے روز کوئی تین بجے گاڑی بھوپال اسٹیشن پر

پہنچی۔ میں سیدھا گیسٹ ہاؤس میں گیا۔ اور منیجر سے پوچھا کہ میرے لئے کوئی ہدایت آپ کے پاس آئی۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ میں نے روانگی سے قبل بدھ کے روز ۶ جنوری کو بھوپال میں ایک مقتدر شخصیت کو تار دے دی تھی۔ کہ میں اتوار کے روز بھوپال پہنچوں گا۔ اس کے بعد یہاں ان کے ہنگامہ پر پہنچا۔ اتفاق حسنہ سے ان کے پرسنل اسٹنٹ مل گئے۔ بہت مہربانی سے پیش آئے۔ فرمانے لگے۔ کہ آپ کی تار میں تو یہ لکھا تھا کہ آپ بدھ کو پہنچیں گے۔ اور میں بدھ کو کاربک اسٹیشن پر پہنچا۔ ڈرائیور پر انحصار نہیں کیا۔ کیونکہ ڈرائیور آپ کو شاید جلد نہ پہچان سکتا۔ پھر میں نے ہوٹلوں میں دریافت کیا۔ مگر آپ کا پتہ نہ ملا۔ اور آپ اب تشریف لائے ہیں۔ اتوار کو یہ معلوم کر کے میرے تعجب اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میں نے بدھ کو تار دیا تھا اس میں یہ لکھا تھا۔

Reaching Bombay Express
Sunday 30 - 12

تار میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی۔ اور خود جا کر اپنے ہاتھ سے سگنلر کے حوالہ کی۔ مگر سگنلر نے بے پرواہی سے اسی طرح سگنل کی۔

Reaching Bombay Express
To day 3 - 12

اور وہ تار بدھ کو ہی بھوپال پہنچ گئی۔ سگنلر کی اس غیر متوقع بے پرواہی نے مجھے کتنی تکلیف دی۔ اس کا کچھ اندازہ میں ہی لگا سکتا ہوں۔ یا وہ صاحب جو بدھ کو اسٹیشن پر کاربک لے گئے۔ اور انہیں مایوس ہونا پڑا۔ میں اس اخبار کے ذریعہ متعلقہ محکمہ کو توجہ دلاتا ہوں۔ تاکہ آئندہ کسی اور شخص کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آئے۔

پرسنل اسٹنٹ صاحب نے اسی وقت محکمہ متعلقہ سے دریافت کیا کہ فلاں صاحب اس وقت تشریف لائے ہیں۔ ان کے ٹھکانے کا کیا انتظام ہوا ہے۔ فون پر اسی وقت جواب آگیا۔ کہ ان کی رہائش کا انتظام عالی جناب جسٹس سلام الدین خاں صاحب بہادر مشیر المہام کی کوٹھی پر ہو چکا ہے۔ صاحب موصوف کی کوٹھی وہاں سے چند قدم کے فاصلہ پر ہی تھی۔ پی۔ اے صاحب مجھے وہاں لے گئے۔ صاحب موصوف تو تشریف نہ رکھتے تھے مگر ان کے نوکروں نے کمرہ کھول دیا۔ کمرہ ہر قسم کے ضروری سامان سے آراستہ تھا۔ ڈریسنگ روم۔ غسل خانہ وغیرہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ میرے بیٹھنے کے کوئی پندرہ منٹ بعد پر تکلف چائے آگئی۔ اس قدر بھیڑ کے سفر میں بھلا کھانا کہاں ہو جھٹکا تھا۔ لہذا دودن کے وقفہ کے بعد چائے نے بہت لطف دیا۔ اس کے بعد جناب جسٹس سلام الدین خاں صاحب مشیر المہام بھی تشریف لے آئے۔ السلام علیکم کے بعد فرمایا۔ کہ آپ نے تار کیوں نہ دے دیا۔ تاکہ کاربک کے اسٹیشن پر پہنچ جاتی۔ میں نے شکریہ کے بعد عرض کیا۔ کہ ایک تار تو میں نے فلاں صاحب کو دیا تھا۔ اس کا تو یہ شکر ہوا۔ اس لئے میں نے اچھا ہی کیا۔ جو اور تار نہ دیا۔ شاید اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا۔ صاحب موصوف جالندھر کے رہنے والے ہیں۔ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ نے جو میرے ٹھکانے کا وہاں انتظام فرمایا۔ یہ حضور پر نور کی بڑی مہربانی تھی۔ کیونکہ میں اور میرا معزز میزبان ایک ہی خطہ کے رہنے والے ہیں۔ زبان ایک تمدن ایک۔ مزاج ایک۔ چنانچہ صاحب موصوف کے ہاں مجھے بہت ہی آرام ملا۔ خداوند تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ صبح پورے ساڑھے چھ بجے غسل کے لئے گرم پانی غسل خانہ میں پہنچ جاتا تھا۔ چونکہ میں تقریباً روزانہ غسل لینے کا عادی ہوں۔ اور پورے سات بجے کرلیں سنت پر چائے پہنچ جاتی تھی۔ اس وقت تک میں نماز سے فارغ ہو چکا ہوتا تھا۔ بارہ بجے میں کھانا کھانے کا عادی ہی نہیں۔ کیونکہ جب میں کلام پاک کے گورکھی دہندی تراجم میں مصروف تھا۔ تو اس وقت میں نے محسوس کیا کہ بارہ بجے کھانا کھانے کے بعد طبیعت میں سستی آجاتی ہے۔ اس لئے میں نے بارہ بجے کا کھانا چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد پھر طبیعت

عادی ہو گئی۔ ہاں اس وقت کبھی کبھی کچھ دودھ یا فروٹ لے لیا کرتا ہوں۔ لہذا بارہ بجے فروٹ میرے پاس تھا پہنچ جاتا تھا۔ جو میرے جیسا شخص چار روز میں بھی ختم نہ کر سکے۔ اور چار بجے چائے جس کا میں عادی ہوں۔

اور پھر رات کے نو بجے کھانا پوئی اور جناب مشیر المہام ایک ہی میز پر کھایا کرتے تھے۔ اور کھانے کے بعد بعض اوقات ایسا دلچسپ سلسلہ گفتگو شروع ہو جاتا تھا۔ جو گیارہ گیارہ بجے تک چلا جاتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے صاحب کے مکان پر بہت ہی آرام پایا۔ اور میں نے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی سوئے نہ۔ یہ پردیس میں ہوں۔ بلکہ ایسا گویا میں اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہوں۔ خداوند تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

۱۱ جنوری کو صبح ۱۰ بجے گرم پانی سے غسل لیا۔ اور لباس تبدیل کیا۔ گیارہ بجے مجھے آنریبل سرلیفٹ جیٹ صاحب بہادر پولیٹیکل ایڈوائزر کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ صاحب موصوف کمال مہربانی سے پیش آئے۔ صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی سر سکندر حیات خاں صاحب مرحوم بھی میرے کچھ کم مہربان تھے۔ صاحب موصوف کا ایک ۱۹۳۳ء کا رجسٹر آپ پنجاب کے ریونیو ممبر تھے، والا نامہ جو اس عاجز کے نام ان کے اپنے درست شفقت کا لکھا ہوا ہے۔ درج ذیل ہے۔
۱۵ نوٹرمال لاہور ۲ فروری ۱۹۳۳ء۔

مکرمی و محترمی۔

سلام مسنون عنایت نامہ ملا۔ ترجمہ قرآن مجید گورکھی بھی مل گیا ہے۔ مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کے لئے اجر عظیم دے۔ امید ہے کہ جس سمیت سے آپ نے گورکھی ترجمہ کی تکمیل فرمائی ہے۔ اسی طرح سے ہندی کا ترجمہ بھی آپ کی سعی سے جلد مکمل ہو کر باعث شکر ہوگا۔ زیادہ خیریت۔ مزید شکریہ۔

خاک ر خلالت سکندر حیات خاں عفی اللہ عنہ اس مکرمت نامہ کے پڑھنے سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ مرحوم کو قرآن مجید کے گورکھی ترجمہ کی کتنی خوشی تھی۔ اور پھر آپ ہندی ترجمہ کے جلد شائع ہونے کے کتنے خواہشمند تھے۔ جب میرے بڑے لڑکے عزیز آصف نے بی۔ اے پاس کیا۔ تو میں صاحب موصوف

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں آپ وزیراعظم ہو چکے تھے۔ آپ کمال مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمانے لگے کہ عزیز کی درخواست میرے پاس بھجوا دیں۔ مگر آصف نے خود ہی ملازمت کرنے سے انکار کر دیا۔

بلاشبہ ان کی وفات سے میں اپنے آپ کو ایک اچھے سرپرست سے محروم پاتا ہوں۔ بلاشبہ مرحوم کی وفات ایک قومی اور ملکی صدمہ ہے۔ ایسی شخصیتیں روز بروز پیدا نہیں ہوتیں۔ میں نے آنریبل سرلیفٹ جیٹ صاحب بہادر سے تعزیت تو کی۔ مگر تعزیت کے وقت ہمارے دل کی کیفیت تھی۔ اس کا کچھ اندازہ میرا دل ہی لگا سکتا ہے۔ اور آنریبل موصوف کی دل کی کیفیت کا کون اندازہ لگا سکے۔ جن کا قابل فخر بھائی اور دست راست ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا۔ مگر ہم مسلمانوں کے لئے خداوند تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے کہ ہر دکھ اور مصیبت کے وقت ان اللہ مع الصابرین کی بشارت کا پھایہ اپنے زخمی دل پر لگائیں۔ مرضی ملے از ہمہ اولیٰ۔

آج اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال کی سالگرہ ہے۔ اس تقریب سعید پر شہر کی میونسپلٹی نے ٹی پارٹی کا انتظام کیا ہے۔ میں بھی اس میں مدعو ہوں۔ میونسپلٹی کے صدر ایک ہندو جٹ ہیں۔ انہوں نے شہر کی جانب سے ہنرمائینس فرمانروائے بھوپال کی خدمت عالیہ میں ایک سچا سامہ پیش کیا۔ اور اعلیٰ حضرت نے اس کا جو جواب عطا فرمایا۔ یہ سب آپ اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ دیکھیں گے۔ یہ ٹی پارٹی بہت شندار تھی۔ اور اس تقریب سعید کی خوشی میں شہر کی میونسپلٹی نے دس ہزار گز کپڑا غریبوں میں مفت تقسیم کرنے کا انتظام کیا ہے۔ اور میونسپلٹی کی یہ تجویز بہت ہی مبارک اور اسکی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ۱۵ بجے ٹی پارٹی کے بعد کچھ بارش ہوئی۔ مگر میں کاریں تھا۔ اس لئے واپسی پر کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

۱۲ جنوری رات کو نیند کچھ کم آئی۔ میں قریباً پانچ ساڑھے پانچ بجے اٹھنے کا عادی ہوں۔ وقت پر اٹھ کھل گئی۔ آج مطلع کھراود ہے۔ میں اپنے ساتھ قرآن مجید اور گیتا لے گیا تھا۔ ان ہر دو کتب کے مطالعہ کا مجھے

اچھا موقع ملا۔ حتیٰ کہ میں نے گیتا کے بعض شکوک زبانی بھی حفظ کر لئے۔ میں ان گیتا کے اقوال پر جتنا غور کرتا تھا۔ اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوتا تھا۔ آج انصاری صاحب جج ہائی کورٹ اور ایک دوسرے صاحب جن کا میں نام بھول گیا۔ جو کہ ایک محکمہ کے سیکرٹری ہیں۔ سے ملاقات ہوئی۔ ان صاحبوں کے ساتھ خامی دیر تک علمی گفتگو جاری رہی۔ مجھے یہاں بھوک کم لگتی ہے۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ میں ایک دو روز سے سیر نہیں کر سکا۔ اب تو میں نے کوٹھی کے باغ میں باقاعدہ ٹہنا شروع کر دیا ہے۔ اور گفتگوں ٹہنتا ہوں۔

۱۳ جنوری کو جب معمول اٹھا۔ اور سب معمول قرآن مجید اور گیتا کا مطالعہ جاری رہا۔ کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔

۱۴ جنوری۔ رات کو جب میں لیٹا۔ تو اچھا بھلا تھا۔ مگر جب میری دو بجے آنکھ کھلی۔ تو میں گلہ کی خراش اور بخار میں مبتلا تھا۔ اعضاء شکنی اور کام بدن کچا کچا۔ آج میں نے غسل نہیں لیا۔ آنریبل مشیر المہام صاحب کو جب میری بیماری کا حال معلوم ہوا۔ تو آپ فوراً تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے کہ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ ضرورت نہیں۔ ایسی حالت میں میں نے مسہل کامل آرام اور فاقہ کو بہت مفید پایا ہے۔ چنانچہ اسی وقت میں نے فروٹ سالٹ لے لیا۔ اور کامل آرام کیا۔ مگر شام تک طبیعت صاف نہ ہوئی۔ اس لئے رات کو اور مسہل لیا۔ دوسرے روز صبح گیارہ بجے تک طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ اور گیارہ بجے کے بعد میں اپنے آپ کو ایسا ہی ہلکا پھلکا اور خوش پاتا تھا۔ جیسا کہ باغ میں پرند۔

اس کی بڑی وجہ تو خدا کا فضل اور پھر یہ کہ میرے معزز میزبان کی خاص توجہ۔ صاحب موصوف نے میری دوا میرے کھانے پینے کا پورا پورا خیال رکھا۔ اور جب صاحب موصوف ایک بجے کے قریب دفتر تشریف لے گئے۔ تو ان کی بیگم صاحبہ نے خداوند تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ نوکروں کے ذریعہ کئی دفعہ دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب کا کیا حال ہے۔ ایسی بیماری میں چار پانچ روز کا لگ جانا معمولی بات ہے۔ مگر خدا کے فضل اور کامل توجہ نے مجھے دوسرے روز ہی تندرست کر دیا۔ الحمد للہ۔

۱۵ جنوری۔ آج میری طبیعت الحمد للہ کافی حد تک صاف ہو چکی ہے۔ مگر پھر بھی میں نے کامل آرام کیا۔ رات کو ایک دنگ کمانڈر کی دعوت تھی۔ جو میرے معزز میزبان کے صاحبزادہ کے دوست ہیں۔ دعوت انگریز طرز کی تھی۔ اور بھی چند ایک دوست مدعو تھے۔ مگر میں نے بوجہ بیماری صرف خشک اور شور با پر اکتفا کیا۔ جو میرے لئے بہت مفید رہا۔

۱۶ جنوری کو آنریبل مشیر المہام کے چھوٹے صاحبزادہ مسٹر شمیم اللہ تعالیٰ اسکی عمر میں برکت دے۔ جو گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں پڑھتے ہیں۔ اور آج کل چھٹی پر آئے ہوئے ہیں۔ کے ہمراہ کار پر شہر کی سیر کی۔ قلعہ دیکھا۔ اور پرانا اسلیم بھی جو قابل دید ہے۔ قلعہ میں اجازت سے جانا پڑتا ہے۔ قلعہ میں ایک قرآن مجید بھی رکھا ہے۔ جس کا سائز غالباً ۳۰×۴۰×۱۰ ہوگا۔ بہت جلی قلم سے اور بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ نیچے فارسی ترجمہ سرخی سے ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ غالباً یہ پہلا فارسی ترجمہ ہوگا۔ اسکی لکھائی ایسی عمدہ اور پختہ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔ کہ چمک دمک سب قائم ہے۔ اس قرآن پاک کو نہایت عزت اور اہتمام سے رکھا ہوا ہے۔ میں نے آج تک اتنے بڑے سائز کا قرآن مجید نہ دیکھا تھا۔ شاہی مسجد دیکھی۔ جو بہت شاندار ہے۔ اور شہر ہل کا بھی نظارہ کیا۔ قریباً پونے دو بجے واپس آیا۔ ۱۷ جنوری۔ گھر سے خیر و عافیت کا خط پاکر خدا کا شکر یہ ادا کیا۔ صبح ساڑھے نو بجے ایک ضروری کام کے لئے مجھے آنریبل سرلیاقت حیات خاں صاحب بہادر کے۔ پی۔ اے۔ جناب گیانی مالک چند صاحب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ میں آٹھ بجے ہی چائے سے فارغ ہو جایا کرتا تھا۔ مگر گیانی صاحب موصوف نے چائے کے لئے زور دیا۔ بیٹ میں گنجائش نہ تھی۔ مگر جب چائے کے ساتھ دل کی چاہ اور بھلا دل کی چاہ گنجائش کہاں دیکھتی ہے۔ اس لئے میں نے اس دلی چاہ کو دلی چاہ سے قبول کیا۔ میرا یہاں شغل قرآن مجید کی تلاوت۔ گیتا کا مطالعہ۔ اخبار کا دیکھنا اور اُٹنا ہے۔

۱۸ جنوری۔ الحمد للہ آج رات کو نیند بہت اچھی آئی

آج گیارہ بجے مجھے عالی مرتبت جناب فضل حیدر صاحب فنانس منسٹر سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ بنگالی جنٹلمین ہیں۔ عام بنگالیوں سے اردو اچھی بولتے ہیں۔ اپنے کام میں ہیشیار اور بہت جلد نتیجہ پر پہنچ جانے والے۔ ان کے ساتھ مختلف مسائل پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو رہی۔ اور گفتگو بھی بہت بے تکلف میرے سکھوں میں کام اور قرآن مجید کے گورکھی و ہندی تراجم کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور جب کسی شخص کی محنت کی داد ملے۔ تو قدرتی طور پر اسے خوشی ہوتی ہے۔ لہذا ایسے بے تکلف اور سہمہ دوست سے مل کر جو مجھے خوشی ہوئی۔ اس کے کیا کہنے۔ ہاں گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ کی گفتگو کے بعد میں وہاں سے لوٹا۔ صاحب موصوف کا رتبہ تشریف لائے۔ وہاں سے روانہ ہو کر مجھے مکرم و محترم عالی جناب محمد شعیب صاحب قریشی وزیر حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا فخر ہوا۔ بارعب چہرہ۔ گرانڈیل جوان۔ گفتگو محبت اور اخوت سے لبریز قریباً پون گھنٹہ صاحب موصوف سے ملاقات رہی۔ اور مختلف مسائل گفتگو کا موضوع رہا۔ میرے ناچیز کام گورکھی و ہندی تراجم اور دیگر تبلیغی کاموں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایسے سہمہ دوست اور خیر خواہ دوستوں سے مل کر جو خوشی ہو سکتی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

۱۹۔ مجھے آج آنریبل جسٹس سلام الدین خاں صاحب مشیر المہام نے وہ معیاری کپڑا دکھلایا۔ جو ریاست کی رعایا کو ۲ روپے پر مل رہا ہے۔ ایک گز سے زیادہ عرض بہت مضبوط۔ بازار سے اس قسم کا کپڑا روپے یا چودہ آنے گز پر شاید ہی ملے۔ جو پال کی رعایا کتنی خوش قسمت ہے۔ جنہیں ایسا سہمہ و فرمانروا میسر آیا ہے جنکی نظر کرم سے انگریزی پیمانہ کے حساب سے تقریباً فی روپیہ ۱۰ سیر کا گیہوں اور قریباً دو سیر سا چھٹا جینی مل رہی ہے۔ لوگوں کو معلوم ہی نہیں۔ کہ قحط کہاں ہو جناب مشیر المہام صاحب موصوف کی زبانی آج یہ بھی معلوم ہوا کہ مکرم و منظم جناب محمد شعیب صاحب قریشی وزیر حضور نے پیغام دیا ہے۔ کہ میں مولوی صاحب راجا کا سے پھر بھی ملنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ پہلی ملاقات

سے طبیعت نہیں بھری یہ صاحب موصوف کی مہربانی ہے۔ ۲۰ جنوری۔ آج کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ دی باغ میں ٹہنا اور گیتا کے شلوک زبانی یاد کرنا۔ اور اخبار کا مطالعہ۔

۲۱ جنوری۔ صبح نو بجے جناب اجیٹا اودھ نرائن مشیر المہام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ صاحب موصوف بڑی مہربانی سے پیش آئے اور سب سے پہلے مجھے کلام مجید کے گورکھی و ہندی تراجم کی اشاعت پر مبارکباد دی۔ اور فرمایا۔ یہ ایک ٹھوس اور شاندار کام ہے۔ جو بین الاقوامی حالات کو درست کر سکتا ہے۔ صاحب موصوف نہ صرف گورکھی و ہندی کے بلکہ فارسی کے بھی بہترین ادیب ہیں۔ جیند کے رہنے والے ہیں۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پائی ہے۔ لاہور میں اعلیٰ حضرت ہنزائیس کی حضور میں تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ مجھے لاہور ہی میں اعلیٰ حضرت کی مہربانی سے آپ کے قرآن مجید کے گورکھی و ہندی تراجم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور مجھے کچھ عربی اور کچھ قرآن مجید سے بھی مس ہے۔ اسلئے مجھے گورکھی و ہندی میں یہ تراجم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ان کی بھاشا بہت شستہ اور دلکش ہے۔ فرمانے لگے۔ کہ مجھے شری گرنٹھ صاحب سے بھی وابستگی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیوں نہ ہو۔ شری گرنٹھ صاحب خدا کے پیارے بھگتوں کا کلام ہے۔ مجھے خود شری گرنٹھ صاحب کے پڑھنے سے بہت لطف آیا کرتا ہے۔ کیونکہ کلام میں خاص دلکشی ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں سے ظاہر ہے۔

جانکو مشکل ات بنے ڈھوٹی کوئی نہ دے
لاگو ہوئے دشمنال ساک بھی بھج کھلے
سجھو بھجے آسرا چو کے سب اسیراؤ
چت آوے اس پار برہم لگے نہ تتی واؤ
جانکو چننا بہت بہت دیسی دیا پے روگ
گھر ست کٹنب لپیٹیا کدے ہر کدے سوگ
گون کرے چو کٹ کا گھر می نہ بایسن سوئے
چت آوے اس پار برہم تن من سینل ہوئے
مطلب :- جو شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہو۔ اور اسے کہیں پناہ نہ ملے۔ دشمنوں نے محاصرہ کر لیا ہو۔ لواحقین نے ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ غرضیکہ تمام دنیوی سہارے منقطع ہو

چکے ہوں۔ ایسی حالت میں اگر اسے خدا کا نام یاد آجائے تو گرم ہوا بھی نہ چھو سکے۔
 ہوشخص تفکرات میں ڈوبا ہوا ہو۔ اور تمام جسم بیمار ہو
 میں مبتلا۔ عیال داری کے مصائب میں مبتلا اور دکھ و
 مصیبت سے محصور۔ شب و روز ہراساں و پریشان
 اور ایک پل بھر بھی آرام میسر نہ ہو۔ اگر ایسے شخص کو
 خدا کا نام یاد آجائے۔ تو اس کا تن اور من روحانی اور
 جسمانی ٹھنڈک اور شانتی سے سرشار ہو جائے۔ غرضیکہ
 یہ صحبت بہت ہی پر لطف رہی ساقی دفعہ راجہ صاحب
 بہادر نے میرے ناچیز کام کے متعلق فرمانے لگے کہ اپنے
 شاندار کام کے حقیقی معنوں میں تمام ہندوستان پر بہت
 احسان کیا ہے۔ یہ ان کی مہربانی تھی۔ ورنہ من آنم کہ من انعم
 جو کچھ ہوا محض اس کے فضل سے اور آئندہ جو کچھ بھی
 ہوگا۔ محض اسی کے کرم سے۔ ورنہ کیا میں اور کیا میری
 بساط ع ایا ز قدر خود شناس
 پانچ بجے کے بعد میں ٹہنے کے لئے گیا۔ گیانی مالک چند
 صاحب پرسنل اسسٹنٹ پولیٹیکل ایڈوائزر صاحب بہادر
 کا مکان راستہ میں پڑتا تھا۔ ان کی محبت نے زبردستی
 ان کی طرف کھینچ لیا۔ گیانی صاحب بہت خوش ہوئے
 گرم گرم دودھ کا گلاس اور خستہ پکوان میرے
 سامنے رکھا گیا۔ میں قدرتا بہت ہی کم خور واقع ہوا ہوں۔
 ابھی آدھ گھنٹہ ہی چائے پئے ہوئے تھا بھلا پیٹ میں
 گنجائش کہاں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 ارشاد ہے۔ کہ دودھ سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ اسی
 ارشاد کے احترام میں میں نے گیانی صاحب سے عرض کیا۔
 کہ ان کو چوتھائی حصہ لے آئیے۔ مگر انہوں نے ۱/۲ سے کم
 نہ کیا۔ اور پکوان کو میں نے صرف نالٹھ لگا دیا۔ اور شکر
 ادا کیا۔ گیانی صاحب نوجوان تھے۔ گردل بوڑھوں کا پایا
 ہے۔ سر نیانہ رنگ غالب ہے۔ میرے قرآن مجید کے گورکھی
 ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورکھی سیرت
 کو دیکھ چکے ہیں۔ بہت تعریف کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ
 مکرمہ ہندی اچھی پڑھی ہوئی ہیں۔ وہ ہندی سیرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہی ہیں۔ سیر سے جب میں واپس
 آیا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ جناب واجب الاحترام محمد شعیب
 صاحب قریشی مشیر المہام (وزیر حصور) ملنے کے

لئے تشریف لائے تھے۔ خدا کی قدرت میں آج ہی
 سیر کے لئے باہر نکلا تھا۔ اور آج ہی ایک دلی ہمدرد
 اور خیر خواہ دوست کی ملاقات سے محروم رہا۔
 آج جناب جسٹس سلام الدین خاں صاحب مشیر
 المہام نے یہ خوشخبری دی۔ کہ اعلیٰ حضرت کل گیا ہے
 بروز جمعہ المبارک مجھے باریابی کا فخر بخشیں گے۔
 ۲۲ جنوری۔ آج جمعہ المبارک کا دن ہے۔ غسل
 لیا۔ لباس تبدیل کیا۔ ساڑھے دس بجے شاہی محل
 میں لے جانے کے لئے کار پہنچ گئی۔
 یہاں سے قصر شاہی کا پر صرف چار پانچ منٹ
 کا راستہ ہے۔ میں پونے گیارہ کے قریب پہنچ گیا۔
 ایک ایڈی کانگ صاحب جو کرنل کا عہدہ رکھتے تھے۔
 انہوں نے میرا استقبال کیا۔ اور وٹینگ روم میں بٹھایا
 چاندی کے کیس میں سگریٹ اور پان پیش کیا۔ مگر خدا
 کی قدرت میں ان دونوں نعمتوں سے محروم ہوں۔ سگریٹ
 سے تو مجھے جدی دشمنی ہے۔ اور جس ماحول سے میں
 آیا ہوں۔ وہاں پان کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں تھی میں نے
 شکر یہ سے انکار کر دیا۔ مجھے وہاں بیٹھے تقریباً پندرہ
 بیس منٹ ہی گزرے ہوں گے۔ کہ حصوری عملہ کے
 ایک کارکن آئے۔ اور وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔
 اور ایک شاندار اور پر تکلف کمرہ میں مجھے بٹھلایا گیا۔
 ابھی بیٹھے پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے۔ کہ حصوری
 عملہ کے ایک معزز رکن نے آہستہ سے کہا کہ آپ اس
 کمرہ میں تشریف لے چلئے۔ اعلیٰ حضرت۔ ان تشریف
 ہیں۔ جب میں داخل ہوا۔ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ نے
 کھڑے ہو کر معائنہ کا فخر بخشا اور بیٹھنے کے لئے ارشاد
 ہوا۔ فرمایا۔ سردار صاحب کیسی طبیعت ہے۔ میں نے
 عرض کیا۔ کہ حصور کے درشن کر کے طبیعت باغ باغ ہو
 گئی۔ اور میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں۔
 کہ میں پھر اتنی جلدی حصور والا سے ملاقات کا شرف
 حاصل کر رہا ہوں۔ تقریباً پچیس منٹ تک میں شاہی
 ملاقات سے مستفیض ہوا۔ اور حصور پر نور نے جس شانہ
 اخلاق سے اس عاجز کو نمازا۔ اس کا بہتر اندازہ کچھ
 میرا دل ہی لگا سکتا ہے۔ حصور کی نظر کرم نے آئندہ
 کام کرنے کے لئے میرے دل میں ایک خاص انگ پیدا

کر دی۔ جب میں آنے لگا۔ تو اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ
 نے کھڑے ہو کر مصافحہ کا فخر بخشا۔ سچ ہے۔
 تو اضع ز گردن قرازاں نکوست
 گداگر تو اضع کند خو سے دوست
 وہ مبارک دن جن پر انسان اپنی زندگی میں بجا فخر
 کر سکتا ہے۔ ان میں سے میری زندگی میں ۲۸ نومبر اور
 پھر ۲۲ جنوری کے ایام خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جبکہ
 مجھے لاہور اور پھر بھوپال میں ہزار تینس تاجدار بھوپال
 سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔
 ۲۳ جنوری۔ آج صبح جناب فضل حیدر صاحب
 فنانس منسٹر مشیر المہام، سے ملنے کے لئے گیا۔ صاحب
 موصوف میرے انتظار میں ہی تھے۔ ملاقات آدھ گھنٹہ
 سے زیادہ رہی اور وہاں ہی مولانا محمد امجد صاحب
 انصاری رجسٹرار انجن مائے امداد باہمی بھوپال سے
 بھی ملاقات ہوئی۔ واپسی پر جناب مکرم و عظم محمد شعیب
 صاحب قریشی وزیر حصور (مشیر المہام) سے بھی
 ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے بہت دیر تک
 باتیں ہوئیں۔ اور خوب ہوئیں۔ تقریباً دو بجے وہاں سے
 واپس آیا۔ کل چونکہ واپسی ہے۔ اس لئے تیاری میں
 کچھ مصروفیت رہی۔
 ۲۴ جنوری۔ آج واپسی ہے۔ ۱۰ بجے آنریبل سر
 لیاقت حیات خاں صاحب بہادر پولیٹیکل ایڈوائزر
 گورنمنٹ بھوپال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صاحب موصوف
 سپریم پلانر میں وزیر اعظم تھے۔ جس تدبیر اور احسن طریق
 سے صاحب موصوف نے ایک کافی مدت تک وہاں
 وزارت عظمیٰ کے کام کو چلایا۔ بلاشبہ پٹیلہ کی تاریخ
 میں وہ ایک سنہری باب ہے۔ اور آپ کے انتخاب کے
 لئے اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال کی نگاہ قابل مبارکباد ہو
 اور ہو بھی کیوں نہ؟ بھلا آج تاجدار بھوپال سے بڑھ کر
 مردم شناس کون ہے۔ صاحب موصوف بڑی مہربانی
 سے پیش آئے۔ اور فرمانے لگے کہ میرے دل میں شروع
 سے ہی آپ کے ان شاندار کاموں کی بہت قدر رہی ہے
 اور اعلیٰ حضرت کی نظر کرم سے جو آپ کو کامیابی ہوئی ہو
 یہ خدا کا خاص کرم ہے۔ فرمانے لگے۔ جب میں پٹیلہ میں
 تھا۔ اس وقت بھی آپ کے یہ نیک کام جو ملک کی

بنی الاقوامی حالت کو سدھارنے کے لیے بہت مفید ہیں۔ آنکھ سے اوجھل نہ تھے۔ اور اس کے بعد بھی اوجھل نہیں ہوئے۔

میرا بطور تحدیث بالنعمت یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہوگا۔ کہ جلد وزراء صاحبان نے اس عاجز کی نسبت اعلیٰ حضرت کے حضور بہت ہی شاندار رپورٹ پیش کی۔ اگر یہ امر مانع نہ ہوتا۔ کہ مبادا اسے کوئی خود ستائی نہ سمجھ لے۔ تو میں اس کا بوجھ صحت اظہار بھی کر دیتا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس رپورٹ پر ہر نائبین فرمانروائے بھوپال نے فرمایا۔ میں تو اسی وقت اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا۔ جب یہ مجھے لاہور ملے تھے۔ اور یہاں تو آپ لوگوں سے ملانے کے لیے اپنی بلایا گیا تھا۔ ذالک فضل اللہ ورنہ میں آنکھ میں دامن۔ آج جناب جسٹس سلام الدین خاں صاحب بہادر مشیر المہام جن کی کوٹھی پر میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور جنہوں نے اپنے اخلاق کریمانہ سے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ اور اب ہمارے تعلقات ایک بے تکلف دوست کے سے ہیں۔ ایک بچے جب دفتر جانے لگے۔ تو مجھے ملے اور فرمانے لگے۔ کہ میری دلی خواہش یہ ہے۔ کہ آپ کو گاڑی میں اچھی جگہ مل جائے۔ اور آپ آرام سے پہنچیں۔ تین بجے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ مگر حاجی بقاد اللہ صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ گاڑی کچھ لیٹ تھی۔ چار بجے روانہ ہوئی۔ الحمد للہ جگہ اچھی مل گئی۔ رات کو سونے کے لیے بھی جگہ میسر آگئی۔ مگر جب گاڑی مسٹر اسکے اسٹیشن کے قریب پہنچی۔ تو اسی ڈبہ میں دو ہندو جو بمبئی کی جانب کے رہنے والے تھے۔ باہمی اسلام کے متفق کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ اور ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ اسلام یا مسلمانوں میں وسعت قلبی کم ہے۔ گفتگو سے وہ آریہ خیالات کے معلوم ہوتے تھے۔ اگرچہ ان کی گفتگو صاف میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ مگر میں نے مطلب سب سمجھ لیا۔ گو نیند غلبہ پارہی تھی۔ مگر میں نے ایسی حالت میں یہی مناسب سمجھا۔ کہ ان صاحبوں کی غلط فہمی دور کی جائے۔ میں اٹھ کر فوراً صبح گیارہ بجے اور میں نے کہا۔ کہ اسلام کے متفق آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اگر میں اسلامی تعلیم پیش کروں۔ تو ممکن ہے کہ آپ یہ کہیں۔ کہ میں عملی نمونہ چاہیے لہذا میں عملی نمونہ ہی آپ لوگوں کے سامنے رکھتا ہوں۔

سوامی دیانند جب ۱۸۸۷ء میں لاہور آئے۔ تو کسی ہندو صاحب نے انہیں ٹھہرنے کے لیے جگہ نہ دی۔ جگہ دی۔ تو ایک مسلمان رئیس نے جن کا نام خان بہاد ڈاکٹر رحیم پارخاں تھا۔ چنانچہ سوامی صاحب موصوف خاصی دیر تک ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی میں براجمان رہے۔ اور وہیں لیکچر وغیرہ دیتے رہے۔ حتیٰ کہ لاہور کی ہسپتال آریہ سماج کی تقریری بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی ہوئی۔ اور اس کے بعد جب سوامی صاحب موصوف امرتسر آئے۔ تو کسی ہندو صاحب نے انہیں ٹھہرنے کے لیے جگہ نہ دی۔ جگہ دی تو میاں جان محمد صاحب رئیس امرتسر نے اور انہی کی کوٹھی پر سوامی جی اپنا اپدیش دیتے رہے۔ اور امرتسر کی ہسپتال آریہ سماج بھی میاں صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی۔ پھر جب ۱۸۹۷ء میں سوامی صاحب موصوف بنارس گئے۔ تو کسی ہندو صاحب نے انہیں جگہ نہ دی۔ جگہ دی تو سرسید مرحوم نے جو ان دنوں بنارس میں جج تھے۔ سرسید مرحوم کی کوٹھی پر ہی سوامی صاحب موصوف دھرتی سے لیکچر دیتے رہے۔ پھر جب سوامی صاحب علی گڑھ پہنچے۔ تو وہاں بھی کسی ہندو نے سوامی صاحب کو جگہ نہ دی۔ جگہ دی تو سرسید مرحوم نے جہاں سوامی صاحب بے گھر اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے۔ اس وسعت قلبی کی موجودگی میں مسلمانوں پر تنگ دلی کا الزام لگانا سراسر بے انصافی ہے۔ ایسی وسعت قلبی کوئی کر کے تو دکھائے ان باتوں کا نہ صرف ان دونوں پر ہی بلکہ دوسرے مسافروں پر بھی بہت اچھا اثر ہوا۔ اور ایک سکھ جنٹلمین نے زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے۔ جس سے ہندو اور مسلمانوں میں مستقل اتحاد کی صورت ہو سکے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ گورو صاحب نے کیا ٹھیک فرمایا ہے۔ اول اللہ نور او پایا قدرت سے سب بندے اک نور حق سب جگہ اچھا کون بچے کون مند یعنی خدا کے نور سے ہی اس دنیا کا ظہور ہوا ہے۔ اس لئے ہم اچھا کسے کہیں اور برا کسے کہیں۔ ناں برا وہ ہے۔ جو خدا سے روگردانی کرتا ہے۔ جیسا کہ گورو صاحب نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ”تھم و سارے تے کم ذات“۔ یعنی

دہی لوگ ذلیل اور کمینہ ہیں۔ جو خداوند تعالیٰ سے منہ پھرتے ہیں۔ ورنہ پر ماتا تو سدا ہی دیال دھربان ہے۔ جیسا کہ گورو صاحب شری گرنٹھ صاحب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ”نانک صاحب سدا دیال“ یعنی خدا تو ہمیشہ ہی دھربان ہے۔ کسی شاعر نے کہا خوب کہا ہے ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں گے راہ رو منزل ہی نہیں اس سکھ دوست پر اس گفتگو کا بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ اور وہ اس سے بھی زیادہ دلچسپی کا اظہار کرنے لگے۔ میں نے کہا سردار صاحب ہم تو ایک دوسرے کے بہت ہی قریب بلکہ قریب تر ہیں۔ امرتسر کے دربار صاحب کا بنیادی پتھر شری گورو ارجن دیو جی مہاراج نے حضرت مہا نیر رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک سے رکھوایا۔ ایسے ہی جب گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کی لڑائیاں پہاڑی راجاؤں سے ہوئیں۔ تو سید بڈھن شاہ ساڈھورو دی نے گورو صاحب کی مدد کے لیے پانچزار فوج دی۔ جس سے پہاڑی راجاؤں کو شکست فاش ملی۔ اور پھر شری گورو ہر گوبند صاحب نے سری گوبند پور میں مسجد بنوائی جو اب تک موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک دوسرے کے قریب کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ خدا کرے۔ گورو صاحبان کے وقت کا وہی مقدس جذبہ ہم میں پھر پیدا ہو جائے۔ تو ہماری خوش قسمتی میں شبہ ہی کیا۔ اس گفتگو کا نہ صرف اس سکھ صاحب پر ہی بلکہ دوسرے مسافروں پر بھی بہت اچھا اثر ہوا۔ اور یہ سلسلہ قریباً دہلی تک جاری رہا۔ وہیں ایک ہندو نے جی سے سوار ہوئے۔ کہا کہ ہم لوگوں کیسے بہت مشکلات ہیں۔ رویہ کا چار سیر آبا بھی میسر نہیں آ رہا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ بھوپال کی رعایا کتنی خوش قسمت ہے۔ جنہیں اپنے مہربان والی اور تاجدار کے طفیل انگریزی سپاہ کے مطابق قریباً چار سیر آبا اور قریباً دو سیر شیش چٹان تک فاصلہ پر چینی ۲ گز کپڑا میسر آ رہا ہے۔ بھوپال کے کئی ایک دوستوں نے مجھے کہا۔ کہ میں تو ملو ہی نہیں کہ جنگ کہاں ہے اور قحط کہاں؟ ایسے لوگوں کی خوش قسمتی پر شبہ ہی کیا۔ درحقیقت بھوپال کی رعایا بہت خوشحال اور اپنے فرمانروا پر دل و جان فدا ہے۔ اور فدا ہو بھی کیوں نہ ایسا ہمدرد اور مہربان اور محسن والے ریاست کہاں میسر آ سکتا ہے۔ وہاں ہندو مسلم کی کوئی تفریق نہیں۔ بھوپال میں نو سپہی کے صدر ایک ہندو جنٹلمین ہیں رعایا ہر طرح خوشحال امن کا دور دورہ ہر طرف مسرت اور شادمانی کی لہر اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک کے دل اور زبان سے یہ آواز نکلتا رہا ہے۔

سپاسنا پیش کردہ باشندگان بلڈ بھوپال راجہ میو پیل بورڈ بلڈ بھوپال

بموقع ایٹ ہوم منجانب عایا بلڈ بھوپال سلسلہ تقربت نصیب ہمالیوں

تاریخ ۱۱ جنوری ۱۹۴۳ء

بہ پیشگاہ خدوسی حضور اعلیٰ حضرت سکندر صولت افتخار الملک نواب حاجی کرنل سر محمد حمید اللہ خاں صاحب بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ اسی فرماں روا کے بھوپال۔ ادا مہ اللہ بالکند والاقبال

حضور اقدس اعلیٰ۔ ہم ممبران میونسپل بورڈ اپنی اور باشندگان بلڈ بھوپال کی جانب سے سب سے پہلے اس عظمت و کرمیت شانہ پر دلی ہدایا و تشکر و امتنان پیش کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں کہ بندگان عالی نے ازراہ حمت خسروانہ ہماری عقیدہ مندانہ استدعاؤں اور پرشوق تہنات کو شرف قبولیت بخشے ہوئے بہ نفس نفیس رعایا کے بلڈ بھوپال کے اس ایٹ ہوم میں شرکت فرمائی۔ اور تقریب سالگرہ ہمالیوں پر اظہار ارادت و عقیدت کا موقع عطا فرمایا۔ اور گزشتہ سال بوجہ حالات جنگ جشن سالگرہ کے التوائے جس مایوسی شوق کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ اسی موقع پر بڑی حد تک تلافی ہو گئی۔

حضور معلیٰ اہم کو اس امر کا بخوبی احساس ہے۔ کہ مساعی جنگ میں مصروفیات کے باعث حضور والا کے اوقات بہت زیادہ قیمتی ہو گئے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ بندگان خسروی نے ہمارے جذبات شوق کی پاسداری فرماتے ہوئے انتہائی سادہ اور غیر نمائش نہ طریق پر سالگرہ ہمالیوں منانے کی اجازت مرحمت فرمادی ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی منشا گرامی کی تعمیل میں اس امر کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ کہ مادی ذرائع نمود و نمائش سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف جذباتی احساسی مظاہرات تک اپنے قلبی تاثرات کو محدود رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج حضور انور ملاحظہ فرما رہے ہوں گے۔ کہ سالگرہ ہمالیوں کا وہ مہتمم بالشان پروگرام جو قبل از جنگ ہو کر تھا۔ اس مرتبہ محض ایٹ ہوم تک مختصر کر دیا گیا ہے۔

عالم پناہ اہم بجا طور پر اس بات پر غور و ناز کر سکتے ہیں

کہ جنگ عالمگیر کے اس نازک اور پر آشوب دور میں حضور والا نے برطانیہ عظمیٰ اور اتحادیوں کی امداد کے لئے جو شاندار مساعی فرمائی ہیں۔ وہ ریاستہائے ہند کی تاریخ میں ابد الابد تک یاد رہیں گی۔ علی الخصوص اپنی ذاتی۔ خاندانی اور نسلی شجاعت و بسالت کے تحت حضور انور کا مشرق وسطیٰ کے مختلف محاذات جنگ پر تشریف لے جانا ہندوستان کے ساحلی اور سرحداتی خطوط دفاع کا بنفس نفیس معاینہ و ملاحظہ ذات والا کے وہ روشن اور درخشاں کارنامے ہیں۔ جن پر ہم جس قدر فخر و ناز کریں کم ہے۔

حال ہی میں حضور مختشم نے صوبہ پنجاب و سرحد کا جو مہتمم بالشان دورہ فرمایا ہے۔ اس کے اخلاقی و نفسیاتی اثرات اور بندگان والا کی ہمہ گیر و ہر و ہر ذیہ شخصیت نے شمالی ہند کے باشندگان کے قلوب کو جس جوش و خروش اور ولولہ سے معمور کر دیا ہے۔ اس نے انہیں پہلے سے زیادہ امداد جنگ کے لئے مستعد و تیار بنا دیا ہے۔

اس موقع پر ہمیں اس امر کی بھی اجازت مرحمت فرمائی جاوے۔ کہ ہم شمالی ہند کے ان تمام باشندگان اور مختلف اداروں کا اعلیٰ شکریہ ادا کریں جنہوں نے بندگان عالی شان کا خیر مقدم و استقبال اس خلوص محبت سے کیا ہے۔ جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ ان کے ان مخلصانہ اور عقیدت کیشانہ مظاہرات محبت نے ہمارے ان کے مابین ایک مضبوط رشتہ اتحاد و یکجانیت قائم کر دیا ہے۔

سربراہ آراء ریاست کے محدود ذرائع و وسائل

باوجود ظل سبحانی نے جو بر محل موزون اور مناسب جنگی امدادیں فرمائی ہیں۔ انہوں نے ہماری ریاست اور ہمارے وطن کی عزت و شان میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ جنگی فنڈ میں حضور اکرم کے گرانقدر عطیات۔ چار کھل یونٹوں کا جنگی خدمات انجام دینے کے لئے سمندر پار روانہ کیا جانا نیز اندرون ریاست جدید عسکری تنظیم یقیناً تیار تشریح ہوئی ہے۔

خسرو و دلشان اہم اس موقع سید پر رو بھاری محلی میں اس امر کا اظہار بھی ضروری تصور کرتے ہیں کہ آغا جنگ کے وقت رعایا کو شرکت جنگ کا جو پیغام ذات ہمالیوں نے نہ دیا تھا۔ وہ نہ صرف اسی پیغام گرامی پر بلکہ اس کے بعد جو ارشاد انت خسروی بھی بارگاہ عالی سے شرف صدور لاتے رہے۔ ان پر آج تک کار بند و عمل پیرا ہے۔ اور ان کی بجا آوری کو بلا استثناء مذہب و ملت انہیں سب سے بڑی عزت و سعادت خیال کرتی ہے۔

اوج افزا تاج بھوپال اجمیث نمائندگان رعایا کے بلڈ بھوپال ہمارے لئے یہ امر حد درجہ موجب فخر و مبہات ہے کہ بھوپال میونسپلٹی ہمیشہ بندگان عالی کی نظرفیض اثر کے ماتحت سرگرم اصلاح و ارتقاء رہی ہے۔ اور علامہ مقررہ گرانٹ کے بروقت ضرورت جیب خاص سے اس پر خصوصی مرحمتیں بھی فرمائی گئی ہیں ان گرانمایہ مرحمتوں کے ساتھ ہی سالانہ مزید کرم سے فرمایا گیا ہے کہ حال ہی میں جیب خاص سے ایک کثیر رقم مرحمت فرمائی گئی ہے۔ اور اس پر ہمیں ہزار روپیہ سالانہ قسط قرضہ کا جو بار تھا۔ اسے غیر معین مدت کے لئے ملتوی

مشکل
مشکل
اول تو اخبار کے لئے سادہ سادہ
ہی نہیں۔ اور ج کاغذ کی بلٹی
ہے۔ ان سیکھ سوار کاغذ لایا
کی جانب سے ۱۴ دسمبر کو روٹ
ہوئی۔ وہ وہی کی ہر بانی سے
آج تک نہیں پہنچی۔ اس اخبار کے
کاغذ کا بڑی مقدار میں سے (تنظیم
کیا گیا۔) (دیکھو)

فرمادیا گیا۔ یہی اس امر کا بھی بخوبی احساس ہے کہ ہر وقت اور ہر موقع پر باشندگان شہر کی صحت و سلامتی اور ان کے طریقہ بود و ماند کی برتری و بہتری کے لئے حضور ممدوح بنفس نفیس سعی اور کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اس وقت تک میونسپلٹی کی تمام تر اصلاحات و ترقیات تو جہات شاہی کی رہنمائی میں ہیں۔

خدا م شاہی کو یہ معلوم کر کے یقیناً مسرت ہوگی کہ ہماری میونسپلٹی کی سالانہ ڈیپارٹمنٹل آمدنی علاوہ گرانٹ کے جو ۱۹۳۵ء میں تقریباً پچاسی ہزار تھی۔ اب بوجہ تھانے تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی۔ عالیجاہ! ہم اصلاح و ترقی شہر کے اس پروگرام سے باخبر ہیں۔ جو ذات مستطاب کے پیش نظر ہے۔ اور اگر جنگ نہ شروع ہو گئی ہوتی۔ تو بلکہ بھوپال میں امپروومنٹ کے کام کا باقاعدہ آغاز ہو کر اب تک شہر کی رونق فزا تجدید ہو چکی ہوتی۔ اس پروگرام کے ایک جزو یعنی کانٹہ بنکھ ایسفالٹ روڈ۔ رائٹ مارکیٹ پارک۔ قلعہ کہنہ منڈی عابدہ آباد وغیرہ کی تعمیر تکمیل کو پہنچی ہو جتی۔ کہ جنگ شروع ہو گئی اور ذلت گرامی کی توجہات سماعی جنگ کو کامیاب بنانے کی جانب مبذول ہو گئیں۔ جسکی وجہ سے بقیہ کام کو جنگ کے فتح مند اختتام تک ملتوی کرنا پڑا لیکن ایسی تعمیرات جن کا عسکری اور جنگی ضروریات سے براہ راست تعلق ہے۔ کی جارہی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کسی کام دوران جنگ میں پایہ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ مثلاً پرنس آف ویلز ہسپتال میں مریضوں کے لئے جدید طرز کے وارڈز تعمیر کئے گئے ہیں۔ جن کا افتتاح ہزیکسیلی مارشونیز آف لنکٹنگو نے اپنے حالیہ قیام بھوپال میں فرمایا اسی طرح موصوفہ نے لیڈی لینسٹون ہسپتال کے قریب ایک جدید زنانہ ہسپتال از نام سلطان جہاں میوہیل ہسپتال کا سنگ بنیاد نصب فرمایا ہے۔

جہاں پناہ! ہم نے حضور اقدس کی تحریک پر ریاست میں "نیشنل وار فرنٹ" قائم کیا ہے۔ جس کے بہترین نتائج سے آج ہم متمتع ہو رہے ہیں۔ افواہوں کا ازالہ اور فضیلتہ کامل کا انسداد ہو رہا ہے۔ بزدلی اور پست ہمتی کی ذہنیت دور ہو چکی ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیشنل

دارفرنٹ کی برکات۔ اے۔ آر۔ پی۔ سوک گارڈز اور ولیج گارڈز کے مکمل انتظامات نے ہم میں وہ اعتماد اطمینان و سکون پیدا کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم خوشحالی۔ فارغ البالی اور امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بندگان محتشم نے بنظر مسرت ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ رعایا بھوپال نے کس فوق و شوق کے ساتھ شہر کے دفاعی انتظامات میں اپنی رضا کارانہ خدمات کو پیش کیا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں صیغہ سول ڈیفنس کو جس کی رہنمائی بہ نفس نفیس حضور ممدوح فرما رہے ہیں۔ اپنے لئے باعث برکت و رحمت سمجھتے ہیں۔ اسکی بہترین کارگراریاں کل رعایا کے تشکر و امتنان کی مستحق ہیں۔ ہماری ریاست کی اے۔ آر۔ پی۔ سوک گارڈز اور دیگر دفاعی انتظامات جو ہندوستان کے دوسرے بڑے شہروں کے مقابلہ میں کسی طرح کم نہیں کہے جاسکتے۔ محض بندگان والا کی توجہات خسروانہ کا نتیجہ ہیں۔ ہم اس موقع پر نہایت ادب کے ساتھ حضور والا کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ اگر خدا ناکردہ کسی کوئی خطرہ پیش آیا۔ تو یہ جانباز ملکی رضا کار بہترین طریق پر اپنے فرائض متعلقہ انجام دیں گے۔

سرور ذی جاہ! ہم سر اپا تشکر و امتنان میں کر اپنے دل کی گہرائیوں اور اپنی روح کی پہنائیوں کے ساتھ دس لاکھ باشندگان ریاست بھوپال کی جانب سے حضور والا کی بارگاہ گردوں پناہ میں وہ دلی دعائیں اور مخلصانہ شکریے پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں جو بندگان والا شان کی اس عظیم المثال رعایا پروری کا نتیجہ ہیں۔ کہ جنگ کے اس غیر معمولی دور میں جبکہ اشیاء خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی بڑی بڑی سلطنتوں کے لئے انتہائی مشکل اور وقت طلب بنی ہوئی ہے۔ ہمارے لئے بندگان حضور کے طفیل یہ حد درجہ آسان و سہل ہو گئی ہے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ارزانی و فراوانی اشیاء خورد و نوش کی وہ مثال نہیں مل سکتی۔ جس کو بھوپال نے حضور کے تدبیر و مال اندیشی کی بدولت قائم کر دیا ہے۔ یہی نہایت آسانی کے ساتھ چختہ سیر سے عمر کا اٹھ سیر گئیوں روپیہ کی دوسیر شکر اور ۲۶ فی دار عمدہ قسم کا

کپڑا مل رہا ہے۔ ان ضروری اشیاء کے علاوہ دیگر خورد و نوش کا سامان اور بلوسات بھی دوسرے مقامات کے مقابلہ میں نہایت ارزانی و آسانی کے ساتھ فراہم ہو رہے ہیں۔ یہ حضور انور کے بابرکت دور حکومت کا وہ روشن کارنامہ ہے۔ جس پر تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی۔

حضور اقدس و اعلیٰ! آخر میں انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ہم بندگان ہمایوں کی خدمت معنی میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو وابستگی و اعتماد حضور کی ہندو مسلم رعایا کو حضور ممدوح الشان کی ہر دلعزیز اور محبوب شخصیت اور سراپا شفقت و رافت ذات پر ہے۔ اس کا ہر موقع پر عملی ثبوت بھی پیش کیا ہے۔ اور انشاء اللہ تمہارے آئندہ بھی ہمارا مسلک یہی رہے گا۔ بھوپال کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہاں راعی اور رعایا کے تعلقات ایک جان اور دو قالب کے رہے ہیں۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اس وقت جو شورش انگیز سیاسی تحریکات بیرون بھوپال پائی جاتی ہیں۔ یا جو فتنہ و فساد دوسرے مقامات پر برپا ہوئے یا ہو رہے ہیں۔ ان کے زہریلے جراثیم سے الحمد للہ ہماری ریاست کی فضا بالکل پاک و صاف رہی۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی پاک و صاف رہے گی۔

اس لئے کہ ہمارا یہ راسخ عقیدہ ہے۔ جو اپنے اسلاف سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔ کہ ہماری اصلاح و فلاح اور ترقی و بہتری کی ضامن حضور انور کی ذات والا صفات ہے۔ جس کے بعد ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کچھ سوچنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

آقا و ولی نعمت! اب ہم اس طویل سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے حضور انور کی خدمت بابرکت میں لگے ہمایوں کے اس مبارک و مسعود موقع پر بعد خلوص و محبت ہدایائے تبریک و تہنیت پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اور خداوندی و قیوم سے دست بدعا ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ حضور اقدس کا ظل عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے اور حضور ممدوح الشان مع دیگر اراکین خاندان شاہی باہمہ جاہ و اقبال سریر آراء سلطنت بھوپال رہیں۔ آمین ثم آمین۔

ہم میں حضور والا کے دعا گو یان عمر و اقبال ممبران میونسپل بورڈ بلکہ بھوپال۔

بھوپال جلسہ میں

دراز جناب محمد احمد سبزواری ایم۔ اے اسٹنٹ سینیس آفیسر
مندرجہ ذیل تقریریں راجپوری سوسائٹی کے نیشنل وارفرنٹ
کے جلسہ میں کی گئی۔

دنیا میں سلسلہ بڑی امید و بیم کا سال گذرا ہے۔
ہندوستان کو بھی اس سال جتنی مشکلات۔ مصائب
اور نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ تاریخ ہند میں
ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ہندوستان متعلقہ مقبوضات دشمن
کے قبضے میں چلے گئے۔ یہاں کے مختلف شہروں اور مقاموں
پر پہلی مرتبہ بمباری ہوئی۔ اس سال سراسر ایف فور و کرس
برطانیہ کی جنگی وزارت کے ایک ذمہ دار رکن ہندوستانی
مسئلہ کو سمجھانے کے لئے یہاں آئے۔ معاشی اہم واقعات
میں ہندوستان کی مشرقی تجارت کا خاتمہ۔ غذا اور دوا کی
اشیاء کی قلت۔ انخلا یوں اور بیرونی صنعتی و فود کی
آمد۔ صنعت و حرفت میں حیرت انگیز ترقی۔ دفاعی
اخراجات میں زیادتی۔ اسٹرلنگ کے قرضہ میں کمی۔ اور
کانگریس کی نئی تحریک۔ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اس
کے برخلاف ریاست بھوپال ان تمام چیزوں سے محفوظ
رہی۔ بلکہ یہاں کے حالات سارے ہندوستان سے
بہتر رہے۔ اس سال یہاں گیہوں۔ شکر۔ کپڑے اور
مٹی کے تیل وغیرہ پر سرکاری کنٹرول قائم کیا گیا۔ ڈیفنس
کا محکمہ اسے آر۔ پی اور ویج گارڈ کی تشکیل اس سال
ہوئی۔ ریاست کی مجموعی آمدنی میں اضافہ ہوا۔ اور قومی
جنگی محاذ کا شعبہ قائم ہوا۔ اب اسکی مختصر تفصیل الگ الگ
بیان کی جائیگی۔ سال کے ابتدائی حصے میں ہندوستان کے تمام
بڑے بڑے شہروں اور اکثر صوبوں مثلاً پنجاب۔ یو۔ پی وغیرہ
میں گیہوں کی قلت ہو گئی۔ گیہوں روپیہ کا ۳۰۲ اور ام سیر
ملک بکھا۔ بعض جگہ مثلاً دہرہ دون میں روپیہ کا سیر بھر آٹا
فروخت ہوا۔ حالانکہ اس وقت حکومت نے گیہوں کی سرکاری
قیمت ۴ روپیہ ۶ فی میں مقرر کر دی تھی۔ اکثر مقامات پر گیہوں
کا قحط ہو گیا۔ اور مجبوراً حکومت پنجاب و سرحد کو اعلان کرنا پڑا کہ
لوگ گیہوں کے آٹے کے ساتھ جوار مکی اور باجرہ وغیرہ کا آٹا ملا کر
کھائیں۔ بیشتر مقامات پر غلے کی بڑی بڑی مقداریں پوشیدہ

کر دی گئیں۔ اور حکومت کو پولیس کے ذریعہ سے ان پر چھاپے
مارنے پڑے۔

کنٹرول | ہندوستان کی اس عام افراتفری کو دیکھتے
ہوئے سب سے پہلے ریاست بھوپال نے عام طور پر غلہ باہر جانے
کی ممانعت کر دی۔ اور صرف اجازت نامے سے غلہ باہر بھیجنے
کی اجازت دی گئی مگر جب یہ محسوس کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو۔
کہ باہر بہت زیادہ غلہ چلا جائے۔ اور اندرون ریاست میں
غلہ کی کمی ہو جائے۔ تو غلے کی باہر جانے کی قطعاً ممانعت کر دی
گئی۔ حالانکہ اس طرح سائیکل آمدنی میں تخفیف ہو گئی۔ اور
حکومت کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر پھر یہ اندازہ کیا گیا۔
کہ دکانداروں اور بیوپاریوں نے ناجائز منافع ستانی کی کوشش
شروع کر دی ہے۔ اور عوام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ تو حکومت
نے گیہوں کی خرید و فروخت اپنے ماتھے میں لے لی۔ بیج اور کار
کی سالانہ ضروریات کے علاوہ باقی تمام گیہوں ریاست نے
خریدنا شروع کر دیا۔ اور ان کو فی روپیہ ۸ سیر بھوپالی کے حساب
سے شہر اور مضافات میں فروخت کرنے کا انتظام کر دیا۔ اور یہ
نرخ پورے سال قائم رہا۔ اس سے اہل ملک کو کتنا فائدہ ہوا۔
اور اس کا اندازہ ذیل کی ملحقہ ریاستوں اور عام ہندوستان کے
سال بھر کے اوسط سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے۔

بھوپال ۱۶ سیر کے کچھ زائد۔
اندور ۱۶ - ۵ سیر۔ راج گڑھ ۱۶ - ۶ سیر
ریتام ۱۶ - ۵ سیر۔ نرسنگ گڑھ ۱۶ - ۶ سیر
دھار ۱۶ - ۶ سیر۔ علی راج پور ۱۶ - ۳ سیر
جاوہر ۱۶ - ۵ سیر۔ پنجاب ۱۶ - ۶ سیر
دیتا ۱۶ - ۵ سیر۔ یو پی ۱۶ - ۶ سیر
عام ہندوستان ۱۶ - ۶ سیر۔ سی پی ۱۶ - ۵ سیر
گویا بھوپال والوں کو اکیروپیہ میں اتنے گیہوں ملنے لگے۔ جتنے
دوسرے مقاموں پر ڈیڑھ یا دو روپیہ میں ملتے ہیں۔ یعنی بھوپال
روپیہ کی قدر گیہوں کی شکل میں بڑھ گئی۔ پھر بھوپال کی عام
غذا ایسی ہے۔ اور اس طرح نرخ مقرر ہو جانے سے عوام کو
بہت سہولت ہو گئی۔ ہر جگہ سرکاری دوکانیں کھول دی گئیں۔
جہاں سے عوام ہر وقت ایک روپیہ کا غلہ خرید سکتے ہیں۔ نیز
سرکاری ملازموں کے لئے دوکان الگ ہے۔ جہاں سے ان کو
تصدیق پر گھر کی مانانہ ضرورت کے مطابق بہ یک وقت غلہ
مل جاتا ہے۔ آج کل بین الاقوامی معاشیات میں خود کفالت کا

نظریہ بہت ترقی کر گیا ہے۔ مگر جب اس پر شدت سے عمل کیا
جاتا ہے۔ تو تعصب اور تنگ نظری کے آثار پیدا ہونے لگتے
ہیں۔ اور اس سے انسانیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ قابل
مبارکباد ہے ریاست بھوپال جس نے خود کفالت کے نظریہ
پر عمل نہ کیا۔ اور جب اس کو یقین ہو گیا۔ کہ اس کے پاس اپنی
ملک کی ضرورت سے زائد غلہ ہے۔ تو اس نے دوسروں کی
امداد بھی کی۔ چنانچہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ۵۰۰ من گیہوں
دیئے۔ اور جب حکومت ہند کو فوجی اغراض کے لئے غلہ کی ضرورت
ہوئی۔ تو بھوپال نے فراخ دلی کے ساتھ مدد کی۔
وسط سال سے کچھ پہلے ہندوستان میں شکر کی قلت
ہونے لگی۔ اور بھوپال میں بھی اس کے آثار پیدا ہونے لگے۔
ریاست کی اپنی شوگر فیکٹری تھی۔ اس نے چاہا۔ کہ بازار میں اس
کے مقررہ نرخ کے مطابق شکر فروخت کی جائے۔ مگر دوکاندار
اس پر تیار نہ ہوئے۔ چنانچہ اس نے اپنی شکر کی دوکانیں بھی
کھول دیں۔ جہاں روپیہ کی دو سیر بھوپالی شکر فروخت ہو
رہی ہے۔ اور بطور خاص زائد مقدار میں بھی شکر دستیاب ہو
سکتی ہے۔ ہندوستان میں اس سال مٹی کے تیل کی بھی بڑی
قلت رہی۔ اکثر بڑے شہروں میں لوگوں کو گھنٹوں تیل کی دوکانوں
پر کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ تب کہیں جا کر کچھ تیل ملتا تھا۔ اور بعضی وقت
ناکام واپس لوٹنا پڑتا تھا۔ حکومت بھوپال اسکو سرکاری طور پر
فروخت کرنے کے لئے ایسے تیار نہ ہوئی۔ کہ اسکی رسد پر اسکو
تبادلہ نقد تاہم عوام کی مشکلات کو کم کرنے کے لئے اس نے شکر
نرخ مقرر کیا۔ اور دوکانوں پر اپنی نگرانی قائم کر دی۔ جہاں ایک
بوٹل لم۔ کے حساب ملتی ہے۔ دوسری طرف محکمہ تعلیمات نے
مدارس کے اوقات میں تبدیلی کر دی۔ تاکہ بچوں کو دن میں کچھ
پڑھنے اور سکول کے کام کرنے کا موقع مل جاوے۔ اور غریب
والدین کو تیل کے اخراجات برداشت نہ کرنا پڑیں۔ ہندوستان
میں اس سال معیاری کپڑے کا سوال درپیش رہا۔ اس کا
مقصد یہ تھا۔ کہ ایسا کپڑا سرکاری طور پر فروخت کیا جائے۔
جو عوام کی تمام ضرورتوں میں کام آسکے۔ اور اس کا قلعہ بھی
زیادہ نہ ہو۔ مگر وہاں یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا۔ البتہ ہمارے
یہاں حکومت نے اپنے کارخانہ پارچہ بانی سے سمجھوتہ کر کے
وہاں کا بنا ہوا دیسی مصنوع اور بڑے عرصے کا لٹھا ۶ درجہ
کے حساب سے فروخت کرنے کا انتظام کر دیا۔ چنانچہ سرکاری
دوکانوں پر یہ لٹھا بڑی کثرت سے فروخت ہو رہا ہے۔ اور عوام

جو کچھ عرصہ سے کپڑے کی گرانی کی وجہ سے کپڑے کی قلت محسوس کر رہے تھے۔ اس کو خوب خرید رہے ہیں۔ بلکہ بھوپال کے قریب سیراگڈھ کی نئی آبادی قائم ہو جانے سے بلکہ یہیں ترکاری کی مانگ بہت بڑھ گئی تھی۔ دوسرے قیمتوں کے اس نظریہ کے تحت کہ جب بین الاقوامی اور ملک کی چیزوں کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ تو مقامی اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ترکاریوں کی عام قیمتوں میں بہت اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اگر جنگ سے پہلے عام ترکاریوں کی قیمت کو ۱۰۰ کا انڈکس نمبر قرار دیں۔ تو بعض کی قیمت ڈھائی سو تین سو بلکہ چار سو تک پہنچ گئی۔ عوام کو اس سے جو تکلیف اٹھانا پڑی۔ وہ ظاہر ہے۔ ترکاری کی کاشت چونکہ چھوٹے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ اور بلکہ کے اطراف و اکناف کے مختلف حصوں سے آتی ہے۔ اس لئے اس کی رسد پر قابو پانا مشکل تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں پھول اور ترکاریوں کی توسیع کی تحریک شروع ہوئی۔ تو حکومت بھوپال نے بھی اس پر عمل کیا۔ سرکاری اور میونسپل باغات اور سنٹرل جیل وغیرہ میں ترکاریوں کی کاشت بڑے پیمانہ پر شروع ہو گئی۔ اور ان ترکاریوں کے لئے حکومت کی جانب سے ایک سرکاری دوکان کھول دی گئی۔ جہاں یہ تقریباً لاگت کی قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں۔ یہاں خریداروں کا وہ ہجوم رہتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

کنٹرول یہ ہمیشہ ہر چیز کی مقدار مقرر ہوتی ہے۔ اور اس سے زائد نہیں ملتی۔ عوام کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے۔ حالانکہ اگر وہ غور کریں۔ تو اس میں اپنی کافائدہ ہے۔ گیہوں شکر اور کپڑا اگر بڑی بڑی مقداریوں میں فروخت کیا جانے لگے۔ تو غریبوں کو کیسے مل سکتا ہے۔ پھر اس کا ذاتی تجربہ ہر شخص کو ہو گا۔ کہ اگر ایک دوکان پر دو خریدار آئیں۔ جن میں سے ایک بڑی خریداری کرنے والا ہے۔ اور دوسرا چھوٹی تو دوکاندار اس کے ملازم سب بڑے خریدار کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور چھوٹے گاہک کی کوئی بات بھی نہیں پوچھتا۔ مگر سرکاری دوکانوں پر سب برابر کے خریدار ہیں۔ پھر جب کوئی چیز کافی ارزاں ہوتی ہے۔ تو وہ ملک سے باہر بھی جانے لگتی ہے۔ اور کچھ دنوں بعد ملک میں اس کی قلت ہو جاتی ہے۔ اور پھر خود اپنے ملک کی بھی ارزاں چیز باہر سے گراں ہو کر آتی ہے۔ اور یہ خطرناک اور نقصان دہ چیز ہے۔ لہذا ذرا سی دقت اور وقتی کوفت کے مقابلہ میں ان فوائد کو پیش نظر رکھنا

چاہیے۔ جو اس طرف کی بدولت ہم کو حاصل ہو رہے ہیں۔ ان چیزوں کی گرانی عام رہی جن پر ریاست کو قابو حاصل نہیں۔ اور جو باہر سے درآمد کی جاتی ہیں۔ اور جو نہ صرف ہندوستانی بلکہ بین الاقوامی حالات کے تحت گراں ہو گئی ہیں۔ اس سال دفاعی اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے

ہندوستان کے بجٹ میں ۷۷ کروڑ کا خسارہ رہا۔ جو انکم ٹیکس تار۔ سلیفون۔ لفافہ۔ سرچارج ٹیکس وغیرہ کی شرح میں اضافہ سے ۵۳ کروڑ رہ گیا۔ جو کو فرض نیکر پور کیا جائیگا۔ حیدرآباد کا مشہور معروف مالیہ جس میں سالانہ مالیات سے فائدہ ہو رہا تھا۔ اس سال اس میں بھی خسارہ لگا گیا مگر ریاست بھوپال میں اس سال بھی ۷ لاکھ کے قریب کلوزنگ بیلنس رہا۔ اور یہ اس صورت میں رہا۔ جبکہ دفاعی اخراجات پر ریاست اپنی آمدنی کا ۱۷ حصہ صرف کر رہی ہے۔ اور فوج کی تنخواہیں انڈین آرمی کے برابر کر دی گئی ہیں۔ اور اخراجات کی مد میں قصبہ ملے مفاد عامہ کے بعد بھی شعبہ سب سے بڑا ہے۔ اور شہری دفاع کے انتظامات اس میں شامل ہیں۔ اس سال کا محکمہ خزانہ کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے ۲۰ روپیہ مشاہدہ یاب ملازموں کو ۱۲ فی صدی اور چھپا روپیہ تک کے ملازموں کو ۱۲ فی صدی گرانی الاؤنس دینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح ایک طرف مختلف مندرجہ اشیاء پر کنٹرول قائم کر کے اور دوسری طرف ان کو مزید الاؤنس دینے کی قوت خرید میں اضافہ کیا۔

ڈیفنس اس سال جنگ ہندوستان کے دروازہ پر پہنچی اس لئے ہندوستان کے ہر مقام اور خطے کو خطرہ بڑھتا گیا۔ ہر جگہ بڑے پیمانے پر دفاعی اخراجات شروع ہوئے۔ چنانچہ اس ذیل میں بھوپال میں سب سے پہلے سول ڈیفنس کا محکمہ قائم ہوا۔ جو براہ راست اعلیٰ حضرت بند گان ہمایوں کی نگرانی میں ہے۔ اور اس کے تحت اے۔ آر۔ پی کا شعبہ قائم ہوا۔ بلکہ کو مختلف چھوٹے چھوٹے طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جس کو سیکڑ کہا جاتا ہے۔ ہر سیکڑ پر وارڈن آگ بھجانے اور خبر لانے لیجانے والوں کی جماعتیں مقرر کی گئیں۔ اور سرکاری جانب سے ہر سیکڑ پر دو کاب وارمپ۔ ڈھال۔ پانی کے پیسے اور دوسری متعدد چیزیں فراہم کی گئیں۔ وارڈن اور آگ بھجانے والوں کی عملی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ نیز استادوں کی تعلیم کے واسطے ایک درجہ کھولا گیا۔ جس میں مقامی تعلیم یافتہ

لوگوں کے علاوہ اندور۔ نرسنگڈھ اور ان گڈھ۔ کھنچی پور۔ اور کوروائی وغیرہ کی ریاستوں کے نمائندے بھی شریک ہوئے اور آج بھوپال کے تربیت شدہ لوگ سارے سنٹرل انڈیا میں اے۔ آر۔ پی کی تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔

دفاعی اسکیم کے تحت فوج میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ بلکہ کے لئے منتخب سوک گارڈوں کی ایک جماعت ٹائون گارڈوں میں تبدیل کی گئی۔ جس کو ابتدائی فوجی تعلیم دی جا رہی ہے۔ دیہات میں حفاظت اور امن وامان میں مدد دینے کے لئے ولیج گارڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کی رو سے ریاست میں قصبات کو چھوڑ کر ۳۹۴۶ دیہات ہیں۔ جن میں سے ۲۹۷ غیر آباد ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۴۶ دیہات میں ولیج گارڈوں کے دستے ترتیب پانچکے ہیں۔ گویا ریاست کے ۶۲ فی صدی حصہ میں یہ طریقہ مکمل ہو گیا ہے۔ خیال رکھنا چاہیے۔ کہ بقیہ ۳۸ فی صدی حصہ میں جہاں یہ کام ابھی نہیں ہوا ہے۔ انہیں بعض بہت چھوٹے چھوٹے دیہات شامل ہیں۔ جن کی آبادی صرف چند گھروں پر مشتمل ہے۔ بہر حال ریاست کی ۶۱ لاکھ دیہی آبادی میں ۲۶ ہزار ولیج گارڈوں کی تشکیل بڑا عمدہ کارنامہ ہے۔ اور اس کے لئے تھاکر صدر محترم عالی مرتبت پریذیڈنٹ صاحب اسٹیٹ کونسل قابل مبارکباد ہیں۔

قومی محاذ جنگ ہر ایک سنسی دائرے بہادر کی اس اپیل پر کہ ہندوستان میں قومی محاذ جنگ قائم کیا جائے۔ بھوپال میں بھی اس کا قیام عمل میں آیا۔ اور عالی مرتبت لیڈر آف دی نیشنل وار فرنٹ نے متعدد ذیلی کمیٹیاں بنا کر اس تحریک کو بڑے گوشہ گوشے میں پھیلایا۔ اس نے تحت بلکہ میں پیپے پیپے سیفٹ وار۔ اس کے بعد مہینہ میں دوبار اور اب ایک بار جلسے ہوئے ہیں۔ جہاں ملک کے بہترین مقررین تقریریں کرتے شاعر نظمی پڑھتے اور شعبہ ڈرامہ فیچرس پروگرام اور ڈرامے پیش کرتے ہیں اور مختلف سوالات کے جوابات منجانب حکومت دیئے جاتے ہیں۔ اس میں حکومت کے تمام اعلیٰ عہدہ داران شریک ہوتے ہیں۔ اور اس طرح عہدہ دار اور عوام ایک دوسرے سے قریب ہو گئے ہیں۔ یہ تحریک صرف بلکہ تک محدود نہیں ہے بلکہ تحصیل کے مستقر وں اور اسکولوں میں بھی جلسے اور مقابلے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس محاذ کا مقصد مظلومانہ و سنیہ کو دور کرنا ہے۔ بے بنیاد افواہوں کی تردید۔ پوشیدہ خدائوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دشمن کے

اسلام ایک سوامی کی نظر میں

(سوامی بھوانی دیال سنیا سی کی شاندار تقریر)

(سوامی جی جنوبی افریقہ کے مشہور ہندوستانی

لیڈر ہیں۔ اور شمال انڈین نیشنل کانگریس

کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔)

دوستو! جب مجھے معلوم ہوا کہ ڈہری میں حضرت

محمّد صاحب کی یادگار منائی جانے والی ہے۔ اور اس موقع

پر تمام دھرم کے لوگوں کی شرکت ہوگی۔ تو مجھے بے اندازہ

مسرت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس وقت بے حد مشغول تھا

تاہم میری ساری مصروفیتیں بھی اس پاک جلسہ میں

شریک ہونے سے باز نہ رہ سکیں۔ ایسے جلسہ کی جس

میں اس با عظمت شخصیت کا ذکر خیر ہو۔ اور جہاں ہر

مذہب و ملت کے افراد اس جلیل و بزرگ ہستی کو

خراج تعظیم و تکریم پیش کرنے کیلئے ایک پلیٹ فارم پر

مجمع ہوتے ہوں۔ صدارت کرنے کا مجھے فخر ہے۔

بھائیو! جس وقت تمام ملک عرب

سجائی کا یوں ہوا

میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی

تھی۔ قوم کی قوم کے اخلاق و عادات بگڑ چکے تھے۔ تمام

لوگ چوری ڈاکے اور لوٹ مار میں مبتلا تھے۔ شراب

خواری اور قمار بازی قتل اور غارت گری بمنزلہ فن سمجھی

جانے لگی تھی۔ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی کمال بے رحمی

اور بے بردی سے زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک خدا کی پرستش اور عبارت

چھوڑ کر مورتی پوجا اور بت پرستی کا زور مٹ رہا تھا۔ یہاں

تک کہ خود کعبہ مندر میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی

تھی۔ اس وقت محمد صاحب کی ہی تنہا ذات تھی جس کے

بے مثال بہت و جرات کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح

کا بیڑا اٹھایا۔ اور نعرہ توحید بلند کیا۔ آپ نے عرب

کے تمام سرداروں کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے اپنے

مشن کی تبلیغ کرنا شروع کر دیا۔ اور ساری قوم کو ہر

طرح کی برائیاں اور بت پرستی چھوڑ کر خدا کے آگے

سر جھکا دیے کی دعوت دی۔ آج محمد صاحب کے پیروں

کی تعداد دنیا میں بہت ہے۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ

حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب مرحوم

بھوپال جانے سے پہلے میں مرحوم سے ملا۔ اس وقت آپ کی

اچھی تھی۔ خاصی دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔

جب میں بھوپال سے واپس آیا۔ تو میں نے ایک دوست

مولانا کی صحبت کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے حالت

تشویشناک بتلائی۔ میں اسی وقت مرحوم کے پاس

پہنچا۔ واقعی حالت اندیشناک تھی۔ اور مجھے یہ بھی

شعبہ ہے۔ کہ انہوں نے اس وقت مجھے پہچانا بھی یا نہ

حضرت میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ نے جس محبت

اور اخلاص سے مرحوم کا علاج اور خدمت کی۔ بلاشبہ

وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ وقت ہو چکا تھا۔ علاج سما لیا

کیا کر سکتا تھا۔ ۲۲ فروری کو مرحوم کی وفات ہوئی۔

اور تین فروری کو تجہیز و تکفین۔ کثیر جماعت نے نماز

جنازہ ادا کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

نے میت کو کندھا دیا۔ اور مرحوم نے خاص قطعہ صحابہ

میں جگہ پائی۔

مرحوم خاص خوبیوں کے مالک تھے۔ امانت اور

دیانت میں اپنی نظیر آپ۔ صاف دل اور صاف گو۔

مرحوم کو اس عاجز سے بہت محبت تھی۔ میرے ناچیز

کام کو ہمیشہ انہوں نے سہارا دیا۔ مجھے بالعموم مرد مجاہد

لقب سے پکارا کرتے تھے۔ یقیناً میں ان کی وفات سے

ایک بہترین سہمداد اور سرپرست محروم ہو گیا ہوں۔ بار

۱۹۲۱ء میں مجھے پشاور جانے کا اتفاق ہوا۔ اور میں مرحوم

ہاں ہی ٹھہرا۔ جس مہربانی اور کرم فرمائی سے پیش آئے وہ

مجھے دیر تک یاد رہے گی۔ باوجود ضعیف العمر اور مریض ہونے

کے گھنٹوں میرے پاس بیٹھے رہتے۔ اپنی دیانت اور

امانت کی وجہ سے مرحوم پشاور کی پبلک میں خاص

احترام دیکھے جاتے تھے۔ اور خود گورنمنٹ کے ماں بھی

آپ کی خاص قدر تھی۔ آپ خانداندار تھے۔ اور انگریزی

محضر سٹ۔ مرحوم نے ۹۲ سال کی عمر پائی۔ مگر خودوں

پر جتنی دیر بھی بزرگوں کا سایہ رہا۔ با غنیمت۔ لو حقین

سے صبر وغیرہ کے لئے کچھ کہنا یقیناً انسانی مقصدیات کا خون

کرنا ہے۔ مگر ہم مسلمانوں کے لئے خداوند تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے

کہ ہر دکھ اور مصیبت کے وقت ان اللہ مع الصابرین

کے مقابلے میں جوش و ہمت۔ عزم و استقلال اور ولولہ پیدا

کرتا ہے۔ سال کے آخری زمانہ میں دارفدائی امداد کے سلسلہ

میں ایک ایسا اعلیٰ انتظام کیا گیا۔ جس میں بہت کافی رقم انعامات

میں تقسیم کی گئی۔ مگر اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کا

ایک ہزار کا پہلا انعام ایک کاشتکار کو اور دوسرا بڑا انعام

ایک معمولی الیکٹریک کو ملا۔ اس گرائی اور پریشانی کے زمانہ میں

کثیر رقمیں ان کے لئے کسی طرح غیبی امداد سے کم نہیں۔

اور میں یقین ہے۔ کہ یہ لوگ ان رقموں سے اپنی عزت

اور تجارت وغیرہ کو ترقی دے کر اپنی آئندہ زندگی کو

کامیاب اور خوشگوار بنائیں گے۔

مفاد عامہ کی حفاظت کی خاطر کہ اگر خدا نخواستہ

دشمن کسی وقت بھوپال پر حملہ کر کے تالاب کے پانی کو

زہر پلا کر دے یا اپنے گولوں سے نلوں وغیرہ کو نقصان

پہنچائے۔ تو عوام کو بڑی تکلیف ہو جائے گی۔ کیونکہ

یہاں زیادہ تر نلوں کا پانی پیا جاتا ہے۔ اور شہر میں

جو چند کنوئیں ہیں۔ وہ پرائیویٹ لوگوں کے ہیں۔

اور مکانوں یا عمارتوں کے اندر ہیں۔ ان سے عوام

پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس سال

شہر میں چند نئے کنوئیں بنوائے گئے۔ تاکہ خطرہ کے

وقت عوام کو زندگی کی سب سے اہم چیز کی تکلیف

نہ ہو۔ مگر اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوا۔ کہ باشندگان

میں کنوئیں کا پانی استعمال کرنے کا رواج بڑھ گیا۔ اور

اسی یقین ہے۔ کہ بلکہ میں وعدہ کے امراض اور سوز و

غیرہ کی جو شکایت عام تھی۔ وہ کچھ عرصہ بعد بہت کم

ہو جائے گی۔ قدیم روایات کی طرح اس سال بھی

راہی اور رعایا کے تعلقات بہترین اور خوشگوار رہا

ریاست کے مختلف فرقوں میں بھی برادرانہ تعلقات

قائم رہے۔ اور درمیان کے باشندے ایک دوسرے

کے دکھ۔ سکھ رنج و راحت اور تقارب و تنہوار

میں برابر شریک رہے۔

ان حالات میں ۱۹۲۲ء گزر گیا۔ جس

پر ہم سہارا محبوب فرماں روا اور ہماری حکومت

سب کر سکتے ہیں۔ میں یقین ہے۔ کہ یہ سلسلہ

اس سے زیادہ خوشگوار حالات اور بہترین توقعات

اپنے ساتھ لائے گا۔ آمین۔

محمد صاحب کی صداقت بھری آواز پر ان کی قوم سنے فوراً لبیک کہا۔ اور ان کی تعلیمات کو بآسانی قبول کر لیا۔ نہیں ایسا نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا۔ تو ایک بڑی محرومی ہوتی۔ اگر ایسا ہوا ہوتا۔ تو محمد صاحب کے انتہائی صبر و استقلال بے عدیل عفو و رحم اور آپ کی بے شمار صفات عالیہ پر وہ اخفائیں رہ جاتیں اور دنیا اس سے واقف نہ ہو سکتی۔ محمد صاحب کو بھی شروع میں انہی دقتوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جو ہر بڑے سے بڑے مصلح قوم کا حصہ ہیں۔ اس مصلح اعظم کو اپنے مقاصد حقہ میں کامیاب ہونے کیلئے جانگزا تکلیف بمصائب اور جگر خراش آفات و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ ہر راستے میں لوگ کنکروں اور تیغوں کی بارش کرتے۔ اور جس راستے سے گذرتے وہاں کانٹے بچھا دیتے۔ لڑکوں سے آپ کے پیچھے تالیاں بجوائی جاتیں تھتے کہ عداوت کرتے وقت آپ پر اڈٹ کا گندہ اوجھ ڈال دیا جاتا تھا۔ محمد صاحب نے جب ان رکاوٹوں کا بھی صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ اور ان کی سرگرمی تبلیغ اور جوش اصلاح میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ تو دشمنوں نے آپ کے قتل کی سازش کی۔ اور آپ کو اپنا پیارا وطن مکہ چھوڑ کر دوسرے شہر مدینہ چلے جانا پڑا۔ تاہم محمد صاحب نے اپنے عظیم النظر استقلال اور بہت کونہ چھوڑا۔ اور برابر اسلام دھرم کی تبلیغ کرتے رہے۔ حتی بات کہنے سے کبھی نہ جھکے۔ آخر کار محمد صاحب کا بول بالا ہوا۔ اور ان کی زندگی ہی میں سارا عرب دیش تمام برائیوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ کعبہ مندر سے ایک ایک بت توڑ کر پھینک ڈالے گئے۔ اور یہ قدیمی عبادت گاہ پھر ایک خدا کی پوجا کا مرکز قرار پائی۔

بے انتہا صبر اور ثابت قدمی دشمنوں نے حد سے زیادہ ستایا اور طرح طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ نے کبھی کسی کو برا نہ کہا کسی سخت کلامی نہ کی۔ آپ کے دل میں بدلہ لینے کی خواہش کبھی پیدا نہ ہوئی۔ جب آپ بااختیار ہوئے۔ اس وقت بھی آپ نے عفو عام کا اعلان کر دیا۔ اور کبھی

کسی کے ساتھ نہ برا سلوک جائز رکھا۔ نہ بری طرح پیش آئے ہمیشہ خوش گفتاری۔ خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چھوڑا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب مرد ہو یا عورت۔ سب سے یکساں طور پر ملنا آپ کے روزمرہ میں داخل تھا۔

کسی کے لئے۔۔۔ سب کیلئے نمونہ دوستوں محمد صاحب کے سوانح حیات سے ہر دھرم اور ہر قوم کے لوگ خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ محمد صاحب نے اخوت اور مساوات کی بے بہا تعلیم دے کر دنیا پر ایک بہت زبردست احسان کیا ہے۔ اسلام میں سب سے زیادہ قابل تعریف اور خوبی کی بات یہی برابر ہے اور بھائی چارہ ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنے برابر اور اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ اس کی کوئی پوزیشن یا رنگ یا قومیت ہو۔ کالے۔ گورے۔ امیر۔ غریب ایشیائی افریقی کی اسلام میں کوئی تفریق نہیں۔ میں نے جنوبی افریقہ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ ایک حبشی مسلمان ایک عرب مسلمان کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھا رہا تھا۔ ایسی اخوت اور ایسی مساوات کی مثال کسی اور مذہب میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں پائی جاسکتی۔ عیسائی دھرم کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ عالمگیر برادری کا علم بردار ہے۔ لیکن یہ بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ افریقہ میں گورے عیسائیوں کے گرجے میں کانٹے عیسائیوں کا داخل ہونا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور دونوں کے گرجے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ گورے عیسائی اپنے میز پر کالے عیسائیوں کو کھانا کھلانے تک کے روادار نہیں۔ یہ ہے عیسائی دھرم کی عالمگیر برادری۔

اسلام جنوبی افریقہ میں محمد صاحب نے دوسرے دھرم رواداری برتنے کی تعلیم دی ہے اپنے خود ایک موقع پر ایک عیسائی وفد کو جو آپ کی خدمت میں باریاب ہوا تھا۔ اپنی مسجد میں نہ صرف ٹھہرنے کی اجازت دی بلکہ اپنے مذہبی ارکان بجالانے کی آزادی بھی دیدی لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پادری اینڈریوز کے ساتھ

جہاں تک گندھی کو صرف اس بنا پر کہ وہ ایشیائی اور غیر عیسائی ہیں جنوبی افریقہ میں داخلے سے روک دیا گیا۔ افریقی نو مسلموں کے ساتھ وہاں کے پرانے مسلمانوں کا بلا تفریق برادرانہ میل جول دیکھ کر افریقہ کے عیسائی مشنریوں کو ایک سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کیونکہ گورے عیسائی کا گناہ عیسائیوں کے ساتھ ایسی برابری کا اصول رد انہیں رکھتے اور اس قسم کے برتاؤ سے ان مشنریوں کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ افریقہ میں اسلامی اخوت اور مساوات کے سامنے اب عیسائیوں کی تبلیغ کارگر نہیں ہو سکتی۔ اپنی انہی خوبیوں کے سبب اسلام

اسلام کی تلوار اتنی سرعت اشاعت پذیر ہے۔ کہ آئندہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اسلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف کہنا ہے۔ اسلام کی اشاعت کا اصلی سبب تو اس کی پیراوصاف تعلیم اور اس کے بانی کی پاک صاف اور قابل تقلید زندگی ہے۔ اسلام عام طور پر تلوار اٹھانے کے یکدم خلاف ہے۔ صرف تین ایسے مواقع ہیں جب تلوار استعمال کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ اول اپنی جان کی حفاظت کیلئے دوسرے مسجدوں اور عبادت خانوں کے تحفظ کی خاطر تیسرے اس وقت جب مسلمانوں پر ایک خدا کا نام لینے کی وجہ سے ظلم توڑا اور ان کو بے خانماں کیا جا رہا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم تلوار اٹھانے کو نہایت ہی اہم واقعات کے لئے محفوظ رکھتی ہے۔ اور تلوار کے استعمال میں بہت محتاط ہے۔

بھائیو! اشری محمد صاحب کی بہت وجہات اور عزم و استقلال نے دنیا میں مسلمانوں جیسی بہادر اور خدا پرست قوم کو پیدا کیا ہے۔ جس کی سلطنت زیادہ دن نہیں گزرے ہیں کہ ہفت اقلیم پر چھائی ہوئی تھی۔ سارے عالم میں اس کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اور کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہی مسلمان آج اس قدر زیادہ اور خراب و خستہ اور پریشان حال کیوں نظر آ رہے ہیں ان کی گردنوں میں غیروں کی غلامی کا جوا کیوں پڑا ہوا ہے اس کا سبب اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ محمد صاحب کی تعلیم سے مسلمان کو سوں دور ہٹ گئے ہیں۔ محمد کے نام پر چاہیں تو اپنی کھوئی ہوئی عظمت و عزت کو دوبارہ واپس لاسکتے ہیں۔ اگر وہ حقیقی طور پر محمد صاحب کے زبردست

محمد صاحب کی تعلیمات پر عمل کر کے فائدہ حاصل کریں۔ اور ان کی عمدہ تعلیمات پر عمل کر کے دنیا میں ایک نیا مذہب قائم کریں۔

نوریند سنہ کی تیر بہد و شہرہ آفاق ادویہ!

برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط بدبو سے دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بے نظیر تھوڑا ہے۔ مغرور دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا۔ سر پکڑتا۔ آنکھوں میں ہر وقت اندھیرا آتا۔ اچھٹے وقت ستارے سے دکھائی دیتے۔ بے چینی۔ گھبراہٹ بستی اور ادا سی چٹائی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ جسم میں سخت کمزوری ہو۔ ان کے لئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کے لئے انشاء اللہ کسی دوسری دوا سے آپ کو بے نیاز کر دیگا۔ ایک ماہ کی خوراک جس میں پندرہ تولہ دوا ہے۔ قیمت صرف پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ

سینہ۔ بد ہضمی۔ کئی بھوک۔ درد شکم۔ اچھارہ۔ باؤ گولہ پیٹ کا گڑا گڑا۔ کھٹی ڈکاریں۔ جی شلتانا۔ جگر وتلی کا بڑھ جانا۔ سر پکڑنا۔ کرم شکم۔ اسہال۔ ریاح۔ کھانسی۔ دھم وغیرہ کے لئے تیر بہد ہے۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن۔ بالائی۔ اندھے وغیرہ سہتم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ۔ حافظہ۔ ذہن کو تقویت دینے کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے بیحد چیز ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

نریاق گردہ

درد گردہ بہت ہی تکلیف دہ بیماری ہے۔ اس کی بیخ کنی کے لئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت صرف دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

جسے بد قسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ یہ کسی قسم کا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑھ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک علاوہ۔

تین شیشی اور کھچے

جناب بابو سالم اکبر صاحب ہیڈ کلرک اچھا پور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک دوست کے لئے پہلے بھی اکسیر بوا سیر نامی دوائی آپ سے منگوائی تھی جس سے وہ دوست ایک سال تک سب اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریموں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا بدین خط ہذا تین شیشی اکسیر بوا سیر اور بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقع دیجیے۔

اکسیر ذیابیطس

ذیابیطس ایک بہت ہی خطرناک بیماری ہے۔ یہ اندر ہی اندر انسان کو اٹا کھٹا بنا دیتی ہے۔ کہ حقیقی معنوں میں انسان زندہ درگور ہو جاتا ہے۔ لگاتار ساہا سال کے تجربے کے بعد ایک ایسا نسخہ تیار کیا گیا ہے۔ جو حقیقی معنوں میں اس مرض کے لئے اکسیر اور تیر بہد ہے۔ اس کے اجزاء نایاب اور بہت قیمتی ہیں۔ اس کے پورے کورس کی اصل قیمت تو بیس روپے ہے۔ مگر محض اپنی دوا کے شہرت کے لئے منظورے عرصہ کے واسطے اس کی قیمت دس روپے مقرر کی گئی ہے۔ اس کے استعمال کرنے سے پہلے آپ اپنے پیشاب کو ٹیسٹ کرائیں۔ اور پھر اس دوا کے ختم کرنے کے بعد اگر پیشاب میں شوگر رہ جائے۔ تو حلیفہ شہادت پر بغیر کسی قسم کی جیل و جنت کے قیمت واپس کر دی جائے گی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تسلی ہو سکتی ہے۔ اس کے اجزاء نایاب اور بہت قیمتی ہیں۔ اس لئے فی الحال یہ بہت تقویٰ مستعد ارمیں تیار کی گئی ہے۔ جن کے آرڈر پہلے آئی گے۔ انہیں ترجیح دی جائے گی۔

موتی دانت پودر

میلہ دانت جملہ بیماریوں کا گھرنہ۔ اگر آپ اپنی صحت کو

موتی ستر جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر

صنعت لبسہ لکڑے۔ جن۔ پھولا۔ جالا۔ غارش چشم۔ پانی ہینا۔ دھند۔ غبار پڑ بال۔ ناخوند۔ گونا گونی۔ رتوند۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ یہ ستر جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس ستر کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر رکھتے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔ حضرت مسیح موعود کے خاندان مبارک میں تو موتی ستر ہی مقبول ہے۔ لہذا آپ کو بھی یہ موتی ستر ہی استعمال کرنا چاہیے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کا موتی ستر استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ ہونے کے علاوہ آنکھوں میں سرنی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا موتی ستر استعمال کیا۔ مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔

اکسیر لب و لہجہ میں ایک ہی مقوی دوا

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مصیبت نہیں اسے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج سے ہی اکسیر اللہ بن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی انگ۔ اعضاء میں نئی ترنگ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

جناب ملک شیر محمد خاں صاحب کوٹ رحمت خاں سے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جسم میں جس قدر خطرناک عوارض تھے۔ مثلاً فالج۔ پسلی کا درد۔ پیشاب کی جلن سے آنا۔ اکسیر اللہ بن ذریعہ ان سب کو آرام آگیا۔ آپ جس دنیا ندراری سے ادویات تیار کرتے ہیں۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جزائے خیر سے۔ آپ کی ادویات کی تعریف جو اشتہار میں درج ہے۔ ان فوائد اس تعریف کے انتہا بلند ہیں۔

اکسیر بوا سیر

یہ نامراد موزی مرض انسان کا خون پھوڑ کر ٹہیوں کا پیچر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اس کی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے